مغلوں کا تعلق گجرات سے

جناب ہدایت الرحمٰن صاحب محسنی ایم اے

فتحپور سیکری کی کلاں مسجد کا عظیم الشان دروازہ جو بلند دروازہ کے نام سے موسوم ہے ۱۵۷۵ء میں تعم
کیا گیا۔ مورخین کا خیال ہے کہ یہ دروازہ اکبر نے فتح گجرات کی خوشی میں بنوایا تھا۔ چنانچہ فتح گجرات کی تاریخ اس
سے دو سال قبل متعین کی جاسکتی ہے۔ اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۱۵۷۳ء سے ۱۷۵۸ء تک (جب مرہٹوں نے احمد آبا
پر قبضہ کیا) گجرات برابر سلاطین مغلیہ کے زیرنگین رہا۔

تاریخی مواد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قدیم گجرات کے تاریخی حالات معلوم کرنے کے لیے ایسے ذرائ
جنہیں تاریخی نوعیت دیجاسکے قریب قریب معدوم ہیں۔ جب ہم تاریخی مواد کی جستجو کرتے ہیں اور منتشر واقعا
پر تدبر کرنے کے لیے قابلِ اعتبار ذرائع پر نظر ڈالتے ہیں تو تحقیق کی تشنگی کا دور کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا
نسبتہً پندرہویں اور سولہویں صدی کے مورخ اور وقائع نگار کسی قدر تشفی کا سامان بہم پہنچا بھی دیتے ہیں۔ کیو
مرأتِ سکندری، تاریخ الغ خانی، میر ابو تراب کا رسالۂ تاریخ وغیرہ محققانہ وقعت سے خالی نہیں۔ مگر سترہوی
صدی میں تو تلاش و جستجو کے تمام دروازے بالکل ہی بند دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت میں مرأتِ احمدی کے علا
اس صدی کے تمام وقائع نگار مورخانہ وقار اور دیانتداری سے عاری ہیں۔ اس دور میں عناصر تاریخ کا ات
فقدان باعثِ حیرت ہے۔ ان حالات میں کسی مقالہ نگار کا اپنے فرائض سے بحسنِ دیانت سبکدوشی حاصل
کرنا ازبس دشوار ہے۔ عدم معلومات کی یہ بے پناہ رکاوٹ گجرات کی تاریخ پر نہ معلوم کب تک تاریکی کی
چادر پھیلائے رکھتی؟ اگر دورِ حاضر کے محققین بڑی کاوش کے بعد چند پوشیدہ ذرائع معلومات کو منظرِ عام پر

ے آتے۔ ان مورخین کی مسلسل کوششوں نے تاریخ گجرات کے طالب علم کو یورپی اقوام کے اُس
پوشیدہ خزانۂ معلومات پر لاکر کھڑا کر دیا ہے جہاں سے تاریخی خلاء پر کرنے کے لیے ہر قسم کے بے بہا رموز و اسرار حاصل
کیے جا سکتے ہیں۔ گجرات کی تاریخ پر سب سے زیادہ روشنی الیسٹ انڈیا کمپنی کے اُن دفتری کاغذات سے
ڈالی جا سکتی ہے جو ابتدائی زمانہ کے انگریز تاجروں نے اپنے مختلف مسائل کے بارہ میں وقتاً فوقتاً کمپنی کو ایک
مرکز سے دوسرے مرکز کو لکھے۔

[حیثیت] مملکت گجرات کا زرخیز علاقہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر مالوہ اور بحر عرب کے درمیان واقع ہے
[تاریخی] طور پر بمبئی کے اطرافی علاقوں میں گجرات کو ایک خاص طرۂ امتیاز حاصل رہا ہے۔ اول تو اس وجہ
سے کہ بحری آمد و رفت اور سمندری تجارت کا مرکز ہونے کی حیثیت سے تمام ہندوستان کی نظریں ہمیشہ
[اس] دور دراز گوشۂ ملک کی جانب لگی رہی ہیں۔ دوسرے عام پیداوار اور زرخیزی کے اعتبار سے بھی یہ حصہ
[ملک] ایک غیر معمولی فوقیت کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ شمالی ہند کی ہر ممتاز حکومت نے اپنے دور
[عروج] میں حصولِ گجرات کو سیاسی نصب العین کا درجہ دیا ہے۔ خصوصاً مسلمان سلاطین میں یہ جذبہ ہمیشہ
[موجزن] رہا ہے۔ اگر خلجیوں نے گجرات میں اپنی حکومت کا سکہ چلایا تو محمد بن تغلق نے بھی پوری کاوش سے
[اس] صوبہ پر یورش کی حتیٰ کہ ہمایوں کے عہد میں بھی کچھ عرصہ کے لیے یہاں مغلوں کا پرچم لہرایا گیا۔ انہی
[سیا]سی حقائق کی بنا پر اکبر کا خیال تھا کہ گجرات پر اُس کو ناقابل تردید سیاسی حقوق حاصل ہیں۔

سولھویں صدی کے اواخر میں جب افغان سلاطین کا چراغِ سطوت آخری بار ٹمٹما کر گل ہو چکا اور
[مغلو]ں کا مضبوط و مستحکم ہاتھ ہندوستان کے نظم و نسق کا ضامن بنا تو ہندوستان کے کونے کونے میں ایک
[اٹھنے] والے طوفانی انقلاب کا احتمال کارفرما تھا۔ ہر چیز بطور خود منقلب اور متزلزل نظر آرہی تھی اندرونِ
[ملک] کے حریف اثرات خود ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو رہے تھے۔ چھوٹی اور بڑی طاقتیں مرکزی سلطنت کے دائرۂ
[حکو]مت کی طرف امن و امان کی خاطر کھنچی چلی آرہی تھیں۔ ظاہر ہے ان حالات میں گجرات اس کلیہ سے

کس طرح مستثنیٰ رہ سکتا تھا۔ اس اثنا میں گجرات کی حکومت بھی رو بزوال ہو چکی تھی۔ وہاں کے حکمران مظفر شاہ ثانی کی بے اقبالی کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ خود اس کے وزیر اعتماد خاں نے اکبر کو اقدام فتح کی دعوت دی۔

اکبر اکبر نے ۱۵۷۲ء میں گجرات پر لشکر کشی کی۔ بہت قلیل محاصرہ کے بعد سورت پر مغلوں کا تسلط ہو گیا۔ فوراً ہی ایک دو معرکے اور ہوئے جن میں اکبر کی ذاتی شجاعت اور سپہ سالاری کے کارہائے نمایاں، فتح و نصرت کے چاند، ستارے بن کر چمکے۔ گجرات میں مغل شہنشاہیت کی بنیادیں از سر نو قائم ہو گئیں۔ ۱۵۷۳ء کے شروع ہوتے ہی اکبر نے گجرات سے مراجعت کی اُس کا خیال تھا کہ نائبین سلطنت حالات پر قابو پالینگے لیکن یہ اندازہ غلط نکلا۔ شاہی افواج مشکل سے فتحپور سیکری تک ہی پہنچی ہونگی جو خبر آئی کہ اختیار الملک اور اکبر کے چند رشتہ کے بھائیوں نے گجرات میں علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ جواں سال بادشاہ نے پوری مستعدی اور ہمت کے ساتھ از سر نو ایک لشکر جرار جمع کیا اور تمام انتظامات بطور خود انجام دے کر آندھی کی طرح راجپوتانہ کے ریگ و صحرا کو عبور کرتا ہوا، تقریباً چھ سو میل کی مسافت طے کر کے گیارہویں روز غنیم کی توقعات کے خلاف گجرات پر بجلی کی مانند ٹوٹ پڑا۔ ۲ ستمبر ۱۵۷۳ء کو احمد آباد کے نواح میں اکبر نے تقریباً تین ہزار سواروں کے ساتھ غنیم کے بیس ہزار سواروں کے لشکر کا جم کر مقابلہ کیا۔ اور پورے غلبہ کے ساتھ دوبارہ میدانِ جنگ میں فتح حاصل کی۔ یہ فتح وقتی فتح نہ تھی۔ مغل شہنشاہ اور اس کی فوج کی بہادری اور دلیری کے بے مثل مظاہرہ سے اہل گجرات کے دل و دماغ بھی مسخر ہو چکے تھے۔ گجرات کو سلطنت ہند کا ایک صوبہ قرار دے کر اکتوبر تک اکبر ایک فاتح شہنشاہ کی حیثیت سے دار الخلافہ میں داخل ہوا۔

بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ فتح گجرات سے اکبر کی عظمت کا ایک نیا چاند طلوع ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سلطنتِ ہند کو بحری رسل و رسائل پر قابض ہونے کا اب تک اس سے بہتر موقع نہ ملا تھا۔ مغربی سواحل کی گرانقدر تجارت پر تسلط ہو جانے سے سورت کی تجارتی درآمد و برآمد کا ایک بالکل نیا باب حکومت

...ے ہاتھ میں آگیا تھا۔ جو دائمی طور پر مالیات میں ایک معتد بہ اضافہ کا باعث ہوا۔ بنا بریں گجرات کی صوبہ داری ...ِ مغلیہ کے اُن الطاف و اکرام میں شمار ہونے لگی جو مقربین پر بطورِ اعزاز مبذول ہوتے تھے۔

اس کے علاوہ تاریخ ہند میں صوبۂ گجرات کو اس حیثیت سے بھی نمایاں درجہ حاصل ہے کہ سب سے پہلی ...ی حصۂ ملک میں مغلوں کی ابتدائی اصلاحات پر تجربہ کیا گیا تھا۔ اکبر کے عہد کے مشہور ماہر مالیات راجہ ...ڈرمل نے سب سے پہلا نظامِ بندوبست جو بعد کو مختلف اطراف ملک میں مقبول ہوا اور آج بھی ہمارے ...جودہ اقتصادی اور زراعتی نظام کا محرک سمجھا جاتا ہے، اسی سرزمین کا نخلِ بارآور ہے۔

گجرات میں راجہ ٹوڈرمل کی ہدایات کے مطابق تمام آراضی کی پیمائش کرائی گئی۔ اقسام دار محال ...رر ہوئے، اور مالیہ کے نرخ قائم کیے گئے۔ انتظامی دشواریوں کا خاتمہ کرنے کے لیے یہ بھی ضروری سمجھا ...ا کہ جاگیرداروں کی طاقت پر ضرب شدید لگائی جائے۔ کیونکہ یہ جماعت سلطنت کے نظم و نسق میں ہمیشہ ...ب راہ ثابت ہوتی رہی تھی، چنانچہ جاگیروں کو خالصہ علاقوں میں تبدیل کر دیا گیا یعنی زمین حکومت کی ...ت قرار دے دی گئی اور انتظام کے لیے تمام اضلاع میں تنخواہ دار افسر مقرر کر دیے گئے۔ اکبر نے خوب ...ر لیا تھا کہ فیروز شاہ تغلق کا جاری کردہ طریقۂ کار جس کی رو سے افسرانِ حکومت کو تنخواہ کے بجائے ...ریں دی جاتی ہیں، بیحد مضر ثابت ہوا تھا۔ کچھ زمانہ گذرنے پر یہی جاگیردار مقامی طور پر اثر و رسوخ حاصل ...تے تھے تو ذرا سا موقع پالینے سے علمِ بغاوت بلند کر دینا ان کے لیے کچھ دشوار کام نہ تھا۔

اگرچہ مذکورہ بالا امور اپنی جگہ ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں لیکن مغلوں کے عہد میں گجرات کی ...ب سے بڑی تاریخی اہمیت اُن واقعات سے متعلق ہے جن کو ہندوستان کے آئندہ مقدرات کا پیش خیمہ ...جا سکتا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ مغلوں کو سب سے پہلے یورپین اقوام اور خصوصاً انگریزوں اور ...لیوں سے اسی سرزمین پر سابقہ پڑا۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہی وہ پُراسرار اور بظاہر غیر اہم واقعہ ہے ...نے سیاسی نقطۂ نگاہ سے مغلوں کے آئندہ لائحۂ عمل اور تاریخ ہند کی تعمیر میں ایک انقلاب عظیم کی

بنیادیں رکھ دی تھیں۔

جہانگیر | سلطنت مغلیہ کی بنیادیں استوار کرنے کے بعد سنہ ۱۶۰۵ء میں اکبر نے دنیا سے کوچ کیا اور مملکتِ ہند کی عنانِ حکومت جہانگیر کے ہاتھ میں آئی۔ تاریخی اعتبار سے جہانگیر کا عہد گجرات کو ایک غیر معمولی سیاسی اہمیت سے مختص کرتا ہے۔ اس دور نے اپنے دامنِ عافیت میں ایسے ایسے ناصبور واقعات کو پرورش کیا ہے جن کے اثرات بعد میں گجرات کے دورافتادہ گوشہ سے نکل کر رفتہ رفتہ تمام سرزمین ہند پر محیط ہوتے چلے گئے، اور آخر کو سیاسیاتِ ہند کے لیے نئے زمین و آسمان بنا کر رہے۔ ان ابتدائی واقعات کا مختصر خاکہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

سنہ ۱۶۰۸ء میں ہکٹر نامی جہاز سورت کے بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا، اور پہلی بار انگریز تاجر ہندوستان کے ساحل پر نمودار ہوئے۔ اس جماعت کا قائد کپتان ہاکنز تھا۔ مغربی یورپ کی سخت کوش قوم کے یہ افراد انجان لوگوں کے رحم و کرم اور ان کی خیالی سادہ لوحی کے بھروسے پر تجارتی قسمت آزمائی کرنے کے لیے آج سے سوا تین سو سال پہلے واردِ ہندوستان ہوئے تھے، ان کے جہازوں میں مغربی مصنوعات کے کھیل کھلونے بھرے تھے اور بظاہر یہ لوگ بشاش معلوم ہوتے تھے کیونکہ اُن کے دل توقعات سے لبریز تھے وہ سمجھتے تھے کہ ان کی مصنوعی اشیاء کی پونجی ہندوستان کی بے مغز اور غیر متمدن قوموں کے دل و دماغ خریدنے میں معاون ثابت ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ والوں میں قرون اولیٰ کا مشرق ایک ایسا عجیب و غریب خطۂ زمین متصور ہوتا تھا جہاں قدرتی دولت کی بیحد فراوانی کے ساتھ ساتھ باشندوں میں جوہرِ لطیف کی کمی، تہذیب و تمدن کا فقدان اور ذہنی ارتقا کا قحط ہو۔ یہاں آنے سے پہلے وہ جانتے تھے کہ ہندوستان کی شہری زندگی پست، اور یہاں کی ریاست بدنظمی کا نمونہ ہے۔ ان حالات میں وہ سمجھتے ہونگے کہ وحشیوں سے مقابلہ میں قدرے مشکلات کا سامنا ضرور کرنا ہوگا مگر یقیناً فتح تدبیر ہی کی ہوگی لیکن ہندوستان کی خاک پر قدم رکھتے ہی اُنھیں حالات بالکل دگرگوں نظر آئینگے۔ ہندوستان میں ایک وسیع اور بسیط

ہنشاہیت کا دور دورہ تھا۔ مروجہ حکومت میں آئین اور آئین میں ایک تناسب اور خاص نظام کارفرما تھا۔ ظام تیر و کمان لیے ہوئے نیم عُریاں وحشی نہ تھے بلکہ لباس فاخرہ میں ملبوس، فکر سنجیدہ سے مزین اور اپنے عض کی باریکیوں سے کماحقہ واقف تھے ملکی مفاد کو سمجھتے اور اچھے بُرے کا منطقی تجزیہ کرتے تھے خود سورت صوبہ دار مقرب خاں ایک ذکی الفہم، دوراندیش اور باخبر افسر تھا محض اُس کی ذاتی عظمت ہی حکمرانی لیے کوئی دلیل یا ضمانت نہ تھی بلکہ وہ خاص ہدایات اور ایک خاص لائحہ کے ماتحت ملکی کاروبار کی انجام ں پر مجبور تھا۔ انگریزوں کو یہ واقعات دیکھ کر جب اپنے خیالات بدلنا پڑے تو وہ توقعات کے بام سے نا اُمیدی ے گڑھے میں آگرے اور انھیں محسوس ہونے لگا کہ سورت کا صوبہ دار مقرب خاں ہی حکمت اور شجاعت کا ایک سا باوقار پہاڑ ہے کہ اُس کی تدبیر کا ہر ایک پتھر فہم فرنگ پر بھاری ہے۔ مرکزی حکومت کے کوہِ اقتدار کی بلندیاں ن کے پروازِ فکر سے ابھی کافی آگے ہیں۔ تاجروں کی اس جماعت کو مغلیہ اقبال کے سامنے بہت جلد غلط فہمی پر ڈال دینی پڑی۔

ان نوواردوں کو انتہائی مُشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سلطنت مغلیہ میں قیام پذیر ہونا اور تجارتی ولتیں حاصل کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ مقرب خاں، گورنر گجرات نے انھیں شبہ کی نظر سے دیکھا اور اس کے ں پر مرکزی حکومت میں بھی ان کے لیے گنجائش باقی نہ رہی ۱۶۰۸ء سے ۱۶۱۵ء تک حکومت کے حلقوں میں نو وارد انگریزوں کی اتنی شدید مخالفت کی گئی کہ یہ بیچارے بالکل مایوس ہو گئے۔ ان کی ابتدائی و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ تو وہ اتنے بددل ہو چکے تھے کہ افسرانِ متعلقہ نے حالات پر سنجیدگی ے غور کر کے طے کر دیا کہ ایک آخری کوشش کرنے کے بعد بھی اگر کامیابی کی کوئی کرن نمودار نہ ہوئی تو ہندوستان توقعات ترک کر دی جائیں گی اور جزائر مشرقی کی تجارت پر اکتفا کر لیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اتفاق وقت اور کے عزم صمیم نے اس آخری سعی کو بارآور نہ کیا ہوتا تو شاید قسمت آزماؤں کی یہ جماعت ہمیشہ کے لیے مشرقی ئر میں ختم ہو چکی ہوتی۔

انگریزوں کی ابتدائی مشکلات کا باعث خاص طور پر دو اثرات معلوم ہوتے ہیں ایک تو سورت اور کمبائی کا صوبہ دار مقرب خاں اور دوسرے اہل پرتگال کے بارسوخ تجارتی کارکن مقرب خاں کی شدید ترین مخالفت انگریز تاجروں کے حق میں آسیبی اثرات کا حکم رکھتی ہے۔ انگریزوں کے اُن خطوط سے جو اُس زمانہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو لکھے گئے اور انڈیا آفس میں محفوظ ہیں یہ بات صاف طور پر ظاہر ہے کہ وہ مقرب خاں سے بہت خائف تھے۔ اور اس کو اپنے راستہ میں ایک سنگ گراں تصور کرتے تھے۔ ان خطوط میں حریفانہ ذہنیت سے متاثر ہو کر جا بجا اس امر پر بھی زور دیا گیا ہے کہ مقرب خاں کی مخالفت کی وجہ و غایت اہل پرتگال کا مفاد ہے جن سے وہ در پردہ ساز باز کیے ہوئے تھا۔ مگر اس بیان کی صداقت کو جب گجرات کے واقعات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے اور اہل پرتگال کی گجرات میں جو حیثیت تھی اُسے پیش نظر رکھ کر انتظامی پالیسی کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو اس رائے کی وقعت بیجا اتہام سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتی ہاں پرتگالیوں کے بارہ میں یہ بات ضرور قرین قیاس ہے کہ وہ اپنے تاجرانہ مفاد کے حق میں دوسری یورپی اقوام کی مداخلت کو یقیناً سد راہ خیال کرتے ہونگے اور اُنھوں نے دربار شاہی میں نیازمندانہ رسوخ سے بقائے اقتدار کی جو کچھ کوشش بھی کی ہو وہ کم ہے۔ مقرب خاں کا غیر آئینی طور پر اُن سے ملوث ہونا واقعات کے منافی ہے۔ خصوصاً یہ اشکال اُس وقت قطعی درجہ میں زائل ہو جاتا ہے۔ جب پرتگالیوں کی حکومت سے برسر پیکار ہونے پر مقرب خاں ہی ان کی سرکوبی پر متعین کیا جاتا ہے اور وہ اس مہم کو اپنی منصبی دیانت داری کو ہاتھ سے دیے بغیر سرانجام دیتا ہے۔

مقرب خاں ۱۶۰۸ء سے ۱۶۱۵ء تک سورت کا گورنر رہا اور یہی انگریزوں کی انتہائی ناکامی کا زمانہ بھی متعین کیا جا سکتا ہے۔ شاید اس عجیب اتفاق کی بنا پر ہی اس کا دامنِ خلوص مذکورۂ بالا الزام سے آلودہ تصور کیا گیا ہو۔ بہرحال اس میں ذرا شک نہیں کہ مقرب خاں کی زندگی مخلص بہی خواہ سلطنت ہونے کی پوری طرح آئینہ دار ہے۔ اس شخص کا اصلی نام شیخ حسن تھا اور یہ جہانگیر کا عہد طفلی کا ساتھی، مخلص دوست اور

مقرب خاص تھا۔

بادی النظر میں اس کے لقب کی وجہ تسمیہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ جہانگیر کو اس پر بدرجۂ کمال اعتماد اور بھروسہ تھا ورنہ شاید گجرات جیسے اہم صوبہ میں اس کی تقرری قرین قیاس نہ تھی اس میں شک نہیں کہ شہنشاہ کا پورا اخلاص اور بھروسہ حاصل ہونے کی بنا پر یہ اپنے اختیارات کو بے دھڑک استعمال کرتا تھا۔ دربار کی کوئی طاقت بھی اس پر اثر نہ ڈال سکتی تھی اس کے اپنے خیال میں انگریزوں کا تاجرانہ صورت میں مملکت مغلیہ کے کسی گوشہ میں اقامت پذیر ہونا مفاد ملکی کے خلاف تھا۔ لیکن انگریزوں کے ورود ہندوستان کی اُس وقت وہ اہمیت کسی طرح نہ تھی جو بعد میں ثابت ہوئی۔ اس لیے اس خفیف سے اختلافی مسئلہ پر زیادہ وضاحت سے بحث کرنا زیر قلم مقالہ کی حدود سے باہر ہے۔

اہل پرتگال اور انگریزوں کی رقابت

اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لیے اہل پرتگال کے پاس دو ذرائع تھے۔ ایک تو بحر ہند میں ان کی بحری طاقت۔ کیونکہ مغلوں کا بیڑہ ناکارہ اور نام نہاد تھا۔ دوسرے اکبر کے زمانہ میں عیسائیت کے علمبردار ہونے کی حیثیت سے دربار کا رسوخ، جیوٹ مشنریوں نے مذہب کے پردہ میں اہل پرتگال کے لیے بہت مراعات حاصل کرلی تھیں۔ گویا اکبر کی مذہبی رواداری اور وسیع الخیالی سے ناجائز فائدہ اُٹھایا گیا تھا۔ چنانچہ پرتگالیوں کے اثرات کی پشت پر مقرب خان کی افسرانہ مخالفت نے دست پناہ کا کام کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کپتان ہاکز جہانگیر کے دربار میں پورے دو سال تک جبہ سائی کرنے کے بعد بھی قدم جمانے کے لیے انچ بھر زمین حاصل نہ کرسکا۔ مغربی ساحل پر اس کے ساتھی بہت بیتابی سے انتظار کر رہے تھے۔ اور طرح طرح کے منصوبے باندھے بیٹھے تھے بسنہ ۱۶۱۱ء میں جب ہاکنز اپنے رفقاء کے پاس واپس لوٹا تو وہ بالکل تہی دست تھا۔ اپنی بیجا توقعات کے بل بوتے پر یہ لوگ برابر ایسٹ انڈیا کمپنی کی ولایت میں ہمت بڑھاتے رہے تھے اور اصراف کے لیے بڑی بڑی رقوم حاصل کرچکے تھے۔ انگلستان واپس جانا ان کے لیے آسان کام نہ رہ گیا تھا۔

یقیناً وہاں ان کو غلط بیانیوں کا کفارہ دینا ہوتا۔ غرض بہ وقت ان معدودے چند انسانوں کے لیے بڑا کٹھن تھا۔ اُنہوں نے آپس میں غور وفکر کر کے یہی طے کیا کہ حصولِ مقصد میں ہار مان کر وطن والوں کے سامنے شرمناک موت مرنے سے کہیں بہتر یہ ہوگا کہ گوہرِ مقصود کی تحصیل میں جاں بحق ہوں اور بحیرۂ عرب کا وہ طوفانی سمندر جس نے وطن کے شیریں خوابوں کو زرّیں احتمالات سے کئی بار جگمگا دیا تھا آخری بار شکستہ امکانات کا گہوارہ بنے۔ چنانچہ تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول پر انگریزوں نے ٹھان لی کہ وہ پرتگالیوں سے سمندر میں مقابلہ کر کے اپنی قسمت کا فیصلہ کرینگے۔ ہم نہیں تو پھر رقیب ہی گوہرِ مراد سے دامن پُر کیوں کرتا رہے؟!۔

اگلے ہی سال کپتان بیسٹ دو جہاز لے کر پرتگالیوں سے اُبھڑا۔ پرتگالیوں نے بھی پورے جوش وخروش سے جواب دیا۔ کئی روز تک خوب مقابلہ کی چوٹیں ہوتی رہیں۔ پھر پرتگالیوں کا دباؤ بڑھنے لگا۔ مگر انگریز سینہ تان تان کر ڈٹتے اور چھیڑ چھاڑ کو طول دیتے رہے، برابر گھٹتے اور بڑھتے رہے، آخر تابکے، پرتگالیوں نے دم توڑنا شروع کیا، ان کی کم دلی نے انگریزوں کا پلّہ بھاری کر دیا، ایک مہینہ ہوتے ہوتے انگریز کھلم کھلا فاتح اور پرتگالی صاف طور پر مفتوح ہو چکے تھے۔ یہ سب کشمکش ساحل کے قریب کمبائی سے تھوڑے فاصلہ پر ہوئی تھی۔ سورت کا گورنر بھی اس جنگ کے نتائج سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ مغلوں کے پاس اچھا بیڑا نہ ہونے کی صورت میں مدافعت ممکن نہ تھی، پرتگالیوں کی بھد ہو چکی تھی۔ بحری طاقت کے لحاظ سے ان کی ساکھ ختم ہو گئی۔ گورنر سورت کو انگریزوں کی طرف معاہدہ کے لیے ہاتھ بڑھانا پڑا۔ اس معاہدہ کی رُو سے انگریزوں کو سورت اور دو تین ملحقہ مقامات پر کارخانے قائم کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ گورنر کے معاہدہ کی تصدیق شاہی فرمان کے ذریعہ سے کی گئی۔ جو جنوری ۱۶۱۳ء میں باضابطہ طور پر کپتان بیسٹ کو تفویض کیا گیا۔ سر ولیم ہنٹر برطانوی ہند کی تاریخ میں لکھتا ہے۔ "اس شاہی فرمان سے ہندستان میں ہمارے حقوق کی ابتدا ہوتی ہے"

[پرتگا]لیوں کے ساتھ [سرد] اور گرم تعلقات

کہتے ہیں مصیبت تنہا نہیں آتی، بُرے وقت میں زمین و آسمان بھی خلاف ہوجاتے ہیں۔ پرتگالیوں کے ساتھ بعینہٖ یہی حادثہ پیش آیا، اہل پرتگال کا وقار تو بحرِ ہند میں انگریزوں سے شکست کھا کر [چکنا]چور ہوچکا تھا۔ کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرنے کے کچھ مواقع باقی تھے۔ مگر پرتگالی ایک حماقت [کر]کے ان کو بھی کھو بیٹھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک مغلیہ جہاز تقریباً تیرہ لاکھ کی قیمتی اشیاء سے لدا ہوا جن میں زیادہ تر [بیش] قیمت مونگا اور دیگر زر و جواہر تھے سورت کے بندرگاہ کے قریب پرتگالیوں کے ہاتھ لگ گیا۔ انہوں [نے] اپنی شکست اور غیظ و غضب کے شعلے ٹھنڈے کرنے کے لیے اس پر حملہ کیا اور بری طرح تباہ کردیا۔ [سازو] سامان لوٹ لیا اور جہاز کو خستہ بنا کر چھوڑ دیا۔ اس دست درازی سے ان کی غرض تو یہ تھی کہ کسی طرح گئی [ہوئی] ساکھ کو قائم کریں اور مغلیہ سلطنت کو مرعوب کرکے انگریز حریفوں کا اثر زائل کردیں، مگر ایسا نہ ہوا۔ کپتان [بسٹ]ٹ کی بحری فتح کے ایک سال بعد ہی پرتگالیوں نے خواہ مخواہ مغلوں کی دشمنی مول لے لی۔ مغلیہ [سل]طنت کا گرتا ہوا زمانہ ہوتا تو شاید کان دبا کر یہ ذلت برداشت بھی کرلی جاتی مگر اس وقت سلطنت [مغل]یہ کے اقبال کا سورج نصف النہار پر تھا، یہ ممکن نہ تھا کہ اتنی سخت گستاخی کے باوجود پرتگالی بچ کر [نکل] جاتے۔ سوء اتفاق دیکھیے کہ اس جہاز کے ساز و ساماں سے دربار کے خاص امراء اور خود [شہن]شاہ جہانگیر کی والدۂ ماجدہ کا تعلق تھا۔ انہوں نے مل کر شہنشاہ کی حضور میں فریاد کی۔ چنانچہ جہانگیر [نے] احکامات جاری کردیے کہ پرتگالیوں کو عبرت انگیز سزا دی جائے بادشاہ کے اس عزم کی گہرائی [اس] واقعہ سے اور بھی زیادہ منکشف ہوتی ہے کہ اسی وقت سلطان احمد نگر سے جو ہمیشہ حریفِ سلطنت سمجھا [جاتا] تھا عارضی طور پر صلح کرلی گئی۔ ظاہر ہے کہ اس صلح کا منشا محض اسی قدر تھا کہ احمد نگر کے محل وقوع [سے] فائدہ اٹھایا جاسکے۔ پرتگالیوں کو زک دینے کے لیے ضروری تھا کہ سلطان احمد نگر کی ہم آہنگی حاصل [ہو او]ر مغربی ہند کے تمام پرتگالی قلعوں پر کامیابی سے حملے کیے جاسکیں۔

نواب مقرب خاں سورت کا صوبہ دار اُس وقت باریابی کے لیے پایہ تخت آگرہ میں مقیم تھا۔

دے حکم ہوا کہ فوراً اپنے صوبہ کے ساحلی علاقہ میں پہنچ جائے اور بطور خود پرتگالیوں کی سرکوبی کے احکام کی تعمیل کرے۔ تمام مملکت ہندوستان میں احکامات جاری کر دیے گیے کہ پرتگالیوں کو مع ان کے سامان کے گرفتار کر لیا جائے۔ کیونکہ بحری طاقت بھروسہ کے لائق نہ تھی۔ اس لیے براہ خشکی ساحل پر پرتگالیوں کے تمام تجارتی مرکزوں کا محاصرہ کر لیا گیا۔ پرتگالیوں نے دنیا کو اپنے اوپر تنگ پایا اور جان جوکھوں میں دیکھا تو فوراً عاجزانہ مصالحت کی درخواست کی مگر ان کی صلح کی تمام شرائط مسترد کر دی گئیں مغلوں کے رحم و کرم کے سب دروازے اس طرح بند پا کر اُنھوں نے پورے زور سے دل کھول کر دہشت انگیزی کا آغاز کر دیا۔ مغلوں کی سیکڑوں کشتیاں جلا کر خاک کر ڈالیں۔ گوگبا پر حملہ کر دیا۔ ساحلی آبادی میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور سرکاری عمارتوں اور رہائشی مکانات میں آگ لگا دی عالم دیکھ کر ایک دفعہ تو مغل صوبہ دار کے حواس پراگندہ ہو گئے۔ بحری معاونت حاصل کرنے کے لیے اُس نے انگریزوں سے بات چیت کی مگر انگریزوں کی تکان ابھی اچھی طرح دور نہ ہوئی تھی دوسرے ان کو خطرہ تھا کہ کہیں بلا وجہ سال گذشتہ کی اس قدر مشکل سے حاصل کی ہوئی فتح پھر شکست کی صورت اختیار نہ کرلے۔ چنانچہ اُنھوں نے لیت و لعل کر کے بات ٹال دی۔ انھوں نے یہ بالکل نہ سوچا کہ اس کے نہ کرنے سے مغلیہ سلطنت کے اقتدار پر بُرا اثر پڑیگا۔ حالانکہ اپنے تجارتی سلسلوں میں وہ خود مغلوں کی نگاہ کرم کے محتاج تھے اور یہ واقعہ تھا کہ مغل انگریزوں کی ریشہ دوانیوں کی بنا پر ہی پرتگالیوں سے بگاڑ کر بیٹھے تھے۔ اور حقیقۃً پرتگالیوں سے مغلوں کی لڑائی اور انگریزوں اور پرتگالیوں کی رقابت ایک ہی کی کڑیاں تھیں۔ خود انگریزوں کے مفاد کے لیے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ اس وقت مغلوں کا ہاتھ بٹاتے اور مل کر پرتگالیوں کو ہندوستان سے نکال دیتے۔ مگر انگریز ہمیشہ سینہ زوری سے اپنے صحیح یا غلط اقدام پر رہے ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے اور جہانگیر کے اُن رشحاتِ قلم پر مبصرانہ نگاہ ڈالی جائے جو جا بجا توزک

[جہان]گیری میں برسبیل تذکرہ واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں تو بہ صاف طور پر ظاہر ہوجائیگا کہ مغل شہنشاہ دل [سے] پرتگالیوں کے خلاف تھا۔ جب مغلوں اور پرتگالیوں کے درمیان ۱۶۱۳ء میں سب سے پہلا مناقشہ پیش [آیا تو] جہانگیر نے توزک جہانگیری میں لکھا ہے:-

"خبر آئی کہ پرتگالیوں نے معاہدہ کے خلاف سامان کی چار[1] کشتیوں کو سورت کے بندرگاہ کے قریب لوٹ لیا ہے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کو گرفتار کرلیا گیا ہے اور اُن کے تمام سامان اور اشیاء منقولہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ یہ بات ہمارے لیے انتہائی ناگواری کا باعث ہے۔ چنانچہ مقرب خاں کو جو اس بندرگاہ کا صوبہ دار ہے خلعتِ فاخرہ اور ہاتھی اور گھوڑا دیکر روانہ کردیا ہے تاکہ وہ ان نازیبا حرکات کا بدلہ لے۔"

---

[1] [ت]وزک جہانگیری کے علاوہ دیگر معاصر ذرائع خصوصاً پرتگالیوں کے معاہدہ میں صرف ایک جہاز کا ذکر ہے۔ اور یہی زیادہ صحیح [ہے]۔